شاہان اودھ کی تاریخی علم پروری

ادیب اعظم مولانا سید محمد باقر شمسؔ کراچی، پاکستان

خدا رحمت نازل کرے اودھ کے بادشاہوں پر، آج ان کے ساتھ بغض و عناد رکھنے والے کتنا ہی ان کی نسبت غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کا طومار باندھیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کو علم و مذہب سے اتنی دلبستگی تھی کہ شاید و باید۔ وہ اپنے تمام شان و شوکت سمیت ارباب علم کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے تھے اور مذہب کا ہر طرح پاس ولحاظ رکھتے تھے۔

خاندان اجتہاد لکھنؤ کے مورث اعلیٰ مجدد مذہب جناب غفرآن مآب مولانا السید دلدار علی طاب ثراہ نے ۱۲۰۰ھ میں لکھنؤ میں اپنا مرکز علم وعمل قرار دیا۔ تب سے مذہب کو جو کچھ فروغ ہوا اس کا ان رہنمایان دین کے روحانی فیوض و برکات کے بعد اگر سہرا تھا تو شاہان اودھ کے سروں پر، جو اپنے تئیں ایک صحیح حامی مذہب و شریعت ثابت کر رہے تھے۔

جناب غفران مآب طاب ثراہ کے لئے آصف الدولہ کا عہد ایسا تھا کہ وہ چاہتے تو ان کے لئے بہت بڑی جاگیر اور علاقہ کی ملکیت حاصل ہو جاتی مگر وہ ان فکروں ہی میں نہ تھے۔

ہاں نواب سعادت علی خان بہادر کے عہد میں بہو بیگم صاحبہ نے جو نواب آصف الدولہ بہادر کی ماں تھیں تبلیغی ضروریات کا احساس کر کے کچھ گاؤں ان کے پائے نام کر دیئے جس کو انہوں نے خدمات دینی میں کچھ سہولت پیدا ہونے کی غرض سے لے تو لیا لیکن قناعت پسندی اور کفایت شعاری کی بنا پر اس سے زیادہ کے طالب نہیں ہوئے۔ ان مواضعات کو واسطے انصرام امور خیر مسند اجتہاد سے مخصوص فرما دیا۔

ہم اس فرمان یا پروانے کی نقل ذیل میں درج کرتے ہیں جس کی بناء پر جناب غفران مآبؒ ان مواضعات پر قابض ہوئے۔ معافی کی نقل باضابطہ ہمارے پاس موجود ہے۔

جناب عالیہ متعالیہ نواب بہو بیگم صاحبہ دام اقبالہا

پروانہ بمہر خاص جناب عالیہ متعالیہ امۃ الزہرا بنت موتمن الدّولہ اسحاق خان مرحوم ہفتم شہر رجب ۱۲۲۰ھ۔

متصد یان مہمات حال و استقبال محالات روکھا و صحت گنج علاقہ جاگیر بدانند در وبست پنج مواضع حسب تفصیل ذیل برائے مدد معاش بنام فضیلت واجتہاد دستگاہ مولوی دلدار علی مجتہد العصر معاف و مرفوع القلم گشتہ تامداخل این صرف امور اجتہاد واجرائے مسائل شرع شریف سازند و باطمینان تمام مشغول ہدایت بندگان خدا باشند باید کہ مواضع مفصل الذیل را از دفتر خشو و منہا ساختہ بتصرف و تعلق مشار الیہ واگذارند و معاف مرفوع القلم دانستہ بوجہ من الوجوہ بعلت اخذ بھینٹ و بیگار و نذرانہ و ضابطانہ و شحنگی وغیرہ ابواب فوجداری تعرض نہ نمایند کہ باطمینان تمام حاصلات آن را صرف معیشت خود نمودہ باجرائے کار افتاد

اجتہاد اشتغال داشتہ بدعا گوئی ما بدولت ومشغول وموظف بودہ باشند وہر سال سند مجددا نہ طلبند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔

ازصحت گنج	م	ص	از پٹہ
تنہواپور	منئی	م ہے	کسی پور، چک بوجھی، بہولامئو

جناب غفران مآبؒ کی دادودہش پر نظر کرتے ہوئے یہ مواضع بھی غیر کافی نظر آئے تو دوسرا فرمان صادر ہوا جس میں چند مواضع اور معاف کئے گئے۔

ان تمام مواضع کی فہرست حسب ذیل ہے۔

بھٹہ مرتضی ونظام بھٹہ پرگنہ وتحصیل روکھا ضلع رائے بریلی

بوجھئی	؍	؍
بھولامئو	؍	؍
کمہئی پور	؍	؍
منئی	؍	؍
نتھواپور	؍	؍
چک ٹاہ	؍	؍

لکھسرا پرگنہ رسیون رسول آباد، تحصیل نواب گنج، ضلع اناؤ

مدار پور کسیلی ؍ ؍

مولوی کھیڑا پرگنہ وتحصیل موہان ''ضلع اناؤ''

لیکن ایک سخی کے لئے مال کی فراوانی اس کی سخاوت کی ترقی کا باعث ہوجاتی ہے۔ یہاں کیا تھا؟ آمدنی کے ساتھ دادودہش بڑھ گئی تو تیسرا فرمان صادر ہوا جس میں چھ ہزار روپیہ سالانہ بطور نذر خزانہ شاہی سے عطا ہوئے۔ موخرالذکر دونوں فرمان ہمارے پاس نہیں ہیں اس وجہ سے درج نہیں کئے جاتے اگرچہ ممکن تھا کہ ہم کتاب **فصل بعد الوصل لتوضیح الوصل بعد الفصل** سے یہ دونوں فرمان نقل کر دیتے۔لیکن چونکہ پہلا فرمان ہمارے پاس موجود ہے جب ہم نے اس فرمان کا کتاب مذکور کے مندرجہ فرمان سے مقابلہ کیا تو بہت فرق پایا اس لئے ہماری نظر میں وہ دونوں فرمان بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئے لہٰذا صرف حوالہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

جناب سلطان العلماء طاب ثراہ کے عہد میں اس خاندان کا اقتدار معراج کمال پر پہونچ گیا تھا۔ بادشاہ وقت کی تخت نشینی کے موقع پر تاج (۱) ان کے سر پر وہ رکھتے تھے۔

پہلے ہم ایک معتبر شاہد کا بیان پیش کرتے ہیں جس کی عینی شہادت کے بعد حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے شاہد خود شاہی خاندان کا ایک معزز رکن بھی ہے۔

ملک العلماء سید بندہ حسین صاحب اور تاج العلماء سید علی محمد صاحب کے درمیان انہی مواضعات کا جو جناب غفران مآب کو ملے تھے) مقدمہ چلا۔ ملک العلماء مدعا علیہ کی طرف سے بذریعہ کمیشن وبند سوالات معین الدولہ نواب امام علی خان صاحب بہادر کا بیان ہوا جس میں زیادہ تر سوالات اس قسم کے ہیں ہم اس میں سے انتخاب کر کے بعض سوالات مع جوابات کے پیش کرتے ہیں۔

سوالات

۱۔آپ کو خاندان شاہی سے کیا تعلق ہے؟

۲۔نماز عیدین مسجد شاہی میں کون پڑھاتا تھا؟

۳۔ بروقت تخت نشینی شاہ اودھ کے سر پر تاج کس کے ہاتھ سے رکھا جاتا تھا؟

۴۔آپ کے علم میں سوائے شخص مذکور کے اور کسی مجتہد نے بھی کسی بادشاہ کے سر پر تاج رکھا؟

۵۔آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ کے جنازے کی نماز کون پڑھاتا تھا یہ امر کس کے لئے مختص تھا یا جس نے چاہا پڑھا دیا؟

---

(۱) حیات رضوان مآب مطبوعہ تصویر عالم پریس ص ۲۸ میں مولانا سید علی اکبر صاحب نے اور رسالہ الواعظ لکھنؤ میں اس کے مدیر سابق مرزا محمد ہادی صاحب عزیزؔ لکھنوی نے لکھا ہے لیکن اکثر تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے سر پر ریذیڈنٹ تاج رکھتا تھا۔ یہ ایک تاریخی غلطی ہے جس میں بعض مورخین مبتلا ہو گئے ہیں ہم اس غلط فہمی کو رفع کرنے کیلئے تحقیق کا سرمایہ پیش کرتے ہیں تاکہ خیالات کی یکسوئی آسانی سے ہوجائے اور اختلاف کا پردہ درمیان سے اٹھ جائے۔

جوابات

۱۔محمد علی شاہ اور غازی الدین حیدر دونوں حقیر کے چچیرے بھائی اور نصیر الدین حیدر حقیر کے بھتیجے ہیں۔

۲۔سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد پڑھاتے تھے۔

۳۔سلطان العلماء سید محمد صاحب کے ہاتھ سے۔

۴۔نہیں۔

۵۔صرف سلطان العلما سید محمد صاحب کے واسطے مختص تھا۔

(سوالات از جانب وکیل "تاج العلماء" مدّعی)

۱۔کس کس بادشاہ کے تاج رکھنے سے آپ بذات خود واقف ہیں؟

۲۔بروقت تاج رکھنے کے صاحب ریذیڈنٹ بہادر لکھنؤ کس جگہ بیٹھتے تھے اور کیا کرتے تھے۔

۳۔قبل سر پر تاج رکھنے کے تاج کہاں رہتا تھا؟

۴۔مجتہد صاحب تاج کہاں پاتے تھے؟

۵۔جس وقت غازی الدین حیدر بادشاہ کے سر پر تاج رکھا گیا اس وقت آپ موجود تھے یا نہیں؟

۶۔ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

۷۔کس کی اجازت سے مجتہد بادشاہ کے سر پر تاج رکھتا تھا بادشاہ کی یا صاحب ریذیڈنٹ کی؟

۸۔جب محمد علی شاہ کے سر پر تاج رکھا گیا تھا تو سید میرن صاحب موجود تھے یا نہیں اگر موجود تھے انہوں نے تاج کو چھوایا نہیں؟

۹۔سب سے پہلے کس بادشاہ نے یہ تینوں امر مولوی سید محمد صاحب سے متعلق کئے تھے۔

جوابات

۱۔غازی الدین حیدر، نصیر الدین حیدر، محمد علی شاہ و امجد علی شاہ و واجد علی شاہ ان پانچوں بادشاہوں کے سر پر سید محمد صاحب مجتہد نے تاج رکھا۔

۲۔سامنے بادشاہ کے کبھی کھڑے رہتے، کبھی بیٹھے رہتے تھے اور جب تاج رکھا جا چکتا تھا تب بیٹھتے تھے اور نذریں گذرتی تھیں۔

۳۔مجھے نہیں معلوم۔

۴۔کپتان فتح علی کشتی میں لایا کرتے تھے اس میں سے پاتے تھے یہ یاد نہیں کہ کپتان صاحب اپنے ہاتھ سے دیا کرتے تھے یا مجتہد صاحب خود اٹھالیا کرتے تھے۔

۵۔ہاں موجود تھا۔

۶۔قریب تیس برس کے عمر تھی بعدہ بیان کیا کہ تیس بتیس برس کی عمر تھی۔

۷۔خواستگاری بادشاہ سے روبرو ریذیڈنٹ بہادر کے تاج رکھا جاتا تھا۔

۸۔موجود تھے مگر تاج نہیں چھوا اور ان کو کچھ اس سے تعلق نہ تھا۔ تاج رکھنا اور عیدین کی نماز ولیعہد کو پڑھانا۔ نماز جنازہ کی پڑھانا یہ تین امر صرف مولوی سید محمد صاحب سے متعلق تھے۔

۹۔دوامر ہمیشہ سے ان کے متعلق تھے اور تاج رکھنا غازی الدین حیدر نے ان کے متعلق کیا تھا۔

دوسرا بیان خود جناب رضوان مآب کا پیش کیا جاتا ہے جس کی نوعیت یہ ہے کہ ہنگامہ غدر کے بعد جناب رضوان مآب پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ ہنگامہ غدر جناب کے حکم جہاد کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بذریعہ بند سوالات جناب رضوان مآب کا بیان لیا گیا۔ دو سوال اس کے معہ جواب کے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

سوال

۱۔سرکار برجیس قدر میں آمد و رفت رکھتے تھے اور جیسا کہ دستور قدیم ہنگام تخت نشینی رہا ہے کہ آپ کے ہاتھ سے جلوس ہوتا تھا اور ہنگام تخت نشینی تنخواہ سادات کی اوّل آپ دستخط کراتے تھے اب بھی ہوا ہے یا نہیں؟

جواب

۱۔چونکہ نائب شرف الدولہ سنی مذہب اور اکثر بدمعاش اسی مذہب کے تھے ہم کو کسی نے وقت جلوس کے نہیں پوچھا اور

بے طلب میں کسی بادشاہ کے پاس نہ جاتا تھا اور بعد جلوس کے بھی ایک مدت دراز تک وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا مگر جب ممو خان اور پیروان شاہ جی نے اس سرکار میں کہنا شروع کیا کہ مجتہد العصر آپ کے جلوس سے راضی نہ ہوئے اور ان کو ناگوار رہا اس حال میں اس جانب سے میری طلب میں شدت ہوئی اور مجھ کو بخوف جان و آبرو سوا جانے کے کچھ چارہ نہ ہوا۔ دو چار مرتبہ بجبوری جانا پڑا۔

۲۔اگر یہ فرائض مرقومۂ بالا جو نہیں ادا ہوئے تو کس وجہ سے کیوں کہ آپ ان کے پیش امام ہیں؟

۳۔اختیار بدمعاشوں کا اور خلاف مذہبوں کا تھا اور ان کے پیشوا شاہ جی تھے ہم لوگوں کو نہ پوچھا۔

متعدد ادارات دیوانی وفوجداری ان کی نگرانی میں قائم تھے جن کے تحت میں ملکی نظم ونسق کا کام انجام پاتا تھا اور شرعی اداروں کی سرکردگی اس خاندان یا ان کے مقرر کردہ اشخاص سے متعلق تھی۔

جناب رضوان مآب خود بھی اجلاس فرماتے تھے، جناب کے اجلاس یا عہدہ کا نام ہم اس وجہ سے نہیں لکھ سکتے کہ ہم کو تاریخ کے صفحات پر کسی ملک اور کسی سلطنت میں کسی وقت سے آج تک اتنی بڑی عدالت یا اجلاس کے قائم ہونے کا پتہ نہیں لگتا شاہان اودھ کے لئے یہ بات یقینا قابل افتخار ہے اتنا بڑا عہدہ کسی کو دے دینا اور اتنے اختیار کا مالک بنا دینا یقینا انتہائی کسر نفس، کمال انصاف، عین ایمان مذہبیت کی دلیل ہے۔ چونکہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اجلاس تھا جو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اس وجہ سے ایسا نام جو اس کی عظمت کو پورے طور پر ظاہر کرنے کا ضامن ہو نہ مل سکا تو مجبوراً محکمہ شرعیہ نام رکھا گیا۔

یہ نام ایک حد تک اس لئے مناسب تھا کہ حقیقتاً شرعی اجلاس یہی تھا اور جس طرح احکام شرعیہ شاہ وگدا سب پر بغیر رو رعایت نافذ ہوتے ہیں وہی شان اس اجلاس کی بھی تھی لہٰذا ہر مناسبت سے اس کو محکمہ شرعیہ کہنا درست تھا کوئی اور نام اس پر صادق نہیں آتا۔ اگر اختیارات پر نظر کرتے ہوئے اس کو پریوی کونسل سے تعبیر کیا جائے تو یوں صحیح نہیں کہ پریوی کونسل میں کئی جج مل کے مقدمہ کی سماعت کرتے ہیں اور جناب رضوان مآب تنہا اجلاس فرماتے تھے۔ اس اجلاس کے احکام سے بادشاہ وقت بھی مستثنیٰ نہیں تھے، تمام عدالتوں کے فیصلوں کی اپیل جناب کے اجلاس میں ہوتی تھی اور جناب کے فیصلہ کی اپیل کہیں نہیں ہوسکتی تھی۔ ایک مرتبہ(۱) کسی شخص نے جسارت کرکے جناب کے فیصلہ کی اپیل خود بادشاہ کے یہاں دائر کی جس پر یہ حکم صادر ہوا:

فیصلہ مجتہد ناطق است و ''اپیل نہ دارد''

پریوی کونسل میں کوئی مقدمہ براہ راست نہیں دائر ہوتا لیکن اس اجلاس میں بعض اہم مقدمات ڈائریکٹ بھی دائر ہوئے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ اہم مقدمہ سلطان عالم محمد واجد علی شاہ کا ہے، جس کی نوعیت یہ ہے کہ سلطان عالم (۲) نے اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں ایک کنیز کو اس کی مالکہ کی رضامندی بغیر محل سرا شاہی میں داخل کرلیا یہ عورت نائکہ تھی اور اس عورت کو نوچی بنانا چاہتی تھی۔ جناب کے اجلاس میں استغاثہ دائر ہوا جناب نے مقدمہ کی سماعت فرمائی اور تحقیقات کے بعد مستغیثہ کو ڈگری دی۔ تجویز کا خلاصہ ذیل ہے۔

قیّتش زنہج شرعی ثابت گردیدہ ولیعہد بہادر را حکم محکم صادر شود کہ ویرا بمالکۂ وے حوالہ فرمایند وبمالکش حکم محکم صادر شود کہ ویرا بحبالہ نکاح مومنے درآورد وپیرامون فجور نہ گردد۔

چونکہ اس عوت کا کنیز ہونا شرعی طور پر ثابت ہوگیا ہے لہٰذا ولی عہد بہادر کے نام حکم محکم صادر کیا جائے کہ اس عورت کو اس کی مالکہ کے سپرد کردیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی مالکہ پر لازم ہے کہ اس کنیز کا نکاح کسی مومن کے ساتھ کردے اور ہرگز کسب کروانے اور فسق وفجور کی باعث نہ ہو۔

صاحب تاریخ لکھتے ہیں کہ:۔

---

(۱) حیات رضوان مآب، ص۲۹
(۲) حیات رضوان مآب، ص۲۹

بادشاہ دین پناہ بمجر د ملاحظہ حکم آنجناب فوراً تعمیل آن حکم قضا شیم نمودہ کہ بہ تعمیل آن مامور وہمچنیں امضا یافت بعد چندے ہر گاہ ولیعہد بہادر سریر آرائے شاہی وتاجدار جہاں پناہی گردید ند بواسطہ بعض اراکین دولت پیغام فرستادند کہ در مقدمہ رقیت وے اگر گنجائش باشد نظر ثانی و تجویز ثانی فرمایند آنجناب ارشاد فرمودند کہ از طرف من عرضہ دارند کہ حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَحَرَامُ مُحَمَّدٍ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

اس شرعی حکم کو دیکھتے ہی بادشاہ نے اس کی تعمیل کی۔ جب حضرت واجد علی شاہ خود سریر آرائے سلطنت ہوئے تو بعض ارکان سلطنت کی زبانی قبلہ وکعبہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر اس عورت کے کنیز ہونے میں شک یا شبہ کی گنجائش ہو تو جناب اپنے حکم پر نظر ثانی فرمائیں قبلہ وکعبہ نے ارشاد فرمایا۔ ترجمۂ حدیث)

محمدؐ نے جو چیز حلال کی وہ تا قیامت حلال ہے اور محمدؐ نے جسے حرام قرار دیا وہ تا قیامت حرام رہے گی۔

اس میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ جناب کا اسم گرامی بھی محمد ہے۔ اسی طرح کا ایک اور مقدمہ بھی تاریخ پر نظر آتا ہے۔

امجد علی شاہ کا مقدمہ

حضرت (۱) امجد علی شاہ مرحوم نے کسی تاجر سے تیرہ لاکھ روپئے کا مسند، تکیہ خریدا کل قیمت تاجر کو دیدی گئی مگر قریب سوا لاکھ روپئے کے عمّال خزانہ نے دبا رکھا تاجر نے بہت دوڑ دھوپ کی جب شنوائی نہ ہوئی تو جناب کے اجلاس میں مقدمہ دائر کیا جو ثبوت کے بعد تاجر کو ڈگری دی گئی اور اس کا اجراء بھی کرا دیا اس فیصلہ سے جناب کے عدل وانصاف کا سکہ بیٹھ گیا۔

ان حضرات (۲) نے امر شرعی میں کبھی کسی بڑی سے بڑی دنیاوی قوت کی پروانہ کی اور جو امر حق تھا۔ اس کے کہنے اور

(۱) تذکرہ بے بہافی تاریخ العلماء مطبوعہ جید برقی پریس دہلی، ص ۳۳۷

(۲) حیات رضوان مآب، ص ۳۹ منقول از تذکرۃ العلماء سید مہدی ورسالہ مبلغ غفران مآب نمبر، ص ۸۷ منقول از رسالہ الواعظؔ۔

کرنے میں ذرا سی بھی جھجک محسوس نہ ہوئی۔ سیکڑوں واقعے ہمارے پیش نظر ہیں جن میں سے چند واقعے پیش کش انظار ہیں۔

محمد علی شاہ کا واقعہ

ایک (۱) مرتبہ فردوس منزل حضرت محمد علی شاہ بادشاہ اودھ نے مسجد تعمیر کرائی جب مسجد تیار ہوچکی تو جناب سے نماز عید کی استدعا فرمائی۔ جناب نے فرمایا کہ تھوڑی سی زمین ملکیت نعیم خان بھی اس میں شامل ہوگئی ہے لہٰذا جب تک شرعی طور پر اس سے مصالحت کا ثبوت مجھ تک نہ پہونچے گا اور معاملہ صاف نہ ہوگا میں نماز عید نہ پڑھاؤں گا۔ بادشاہ مرحوم نے اس کا انفصال جناب کے سپرد کیا جناب نے بعد تحقیقات شرعیہ ایک مناسب معاوضہ پر خان مذکور کو راضی کیا اور وہ معاوضہ بادشاہ سے دلوا دیا اس کے بعد نماز عید ادا فرمائی۔

نصیر الدین حیدر کا واقعہ

نصیر الدین حیدر (۲) بادشاہ اودھ نے ایک نکاح پڑھنے کے لئے طلب کیا وہاں پہونچ کر صاف کہہ دیا کہ شرعی صورت سے افتراق شوہر اول سے ثابت نہیں اس لئے میں نکاح نہیں پڑھ سکتا۔ بادشاہ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوا۔ آپ **لاحول ولا قوۃ الا باﷲ** کہہ کر کھڑے ہوگئے۔

بہر حال جناب سلطان العلماء کو جو اقتدار حاصل تھا اس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ راجہ درگا پرشاد بوستان اودھ میں حضرت امجد علی شاہ کی تخت نشینی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"مجتہد العصر را اختیارات کلی بامور مملکت بخشیدند عدالت ممالک محروسہ بالتمام بایشان مرجوع گشت و حکم او برآب و باد روان شد۔" ص ۱۳۵

شاہی حکم تھا کہ کوئی شخص سوائے قبلہ وکعبہ کے اور کچھ نہ کہے اور اہل دفاتر سلطان العلماء لکھیں اور بڑے قبلہ وکعبہ کہیں ایک مہر بھی کندہ کرا کے بھیجی تھی جس پر یہ عبارت تھی۔

(۱) حیات رضوان مآب، ص ۳۰ رسالہ مبلغ غفران مآب نمبر منقول از رسالہ الواعظؔ

(۲) حیات رضوان مآب، ص ۲۹، مبلغ غفران مآب نمبر منقول از رسالہ الواعظؔ۔

"مجمع علوم دین مرجع سادات ومومنین حافظ احکام الہ مورد اعتقادات امجد علی شاہ مجتہد العصر سلطان العلماء سید محمد ابن سید دلدار علی۔"

جناب(۱) نے اس مہر کو ملاحظہ فرمانے کے بعد کہلوا بھیجا کہ اگر بجائے مورد اعتقادات کے مورد عنایات بے غایات لکھ دیا جائے تو مجھے اس مہر کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا چنانچہ بہت اصرار کے بعد حضرت امجد علی شاہ نے اس عبارت کو جناب قبلہ وکعبہ کی مرضی کے موافق بدل جانے کا حکم دیا۔ جب اس ترمیم کے بعد مہر پیش کی گئی تو جناب نے قبول فرمائی۔

یہ مہر سرکاری کاغذات اور مقدمات کی تجویزوں پر کی جاتی تھی۔ حضرت امجد علی شاہ کی وفات کے بعد حضرت سلطان عالم نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال از راہ عقیدت مندی ویسی مہر اپنی طرف کھدوا کے پیش کی حضرت امجد علی شاہ کی عطا کردہ مہر کا عکس ہم کو کسی کاغذ پر نہ ملا لہٰذا صرف اس مہر کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔

بن المرحوم سید دلدار علی
مجتہد العصر سلطان العلماء سید محمد
حافظ احکام الہ مورد عنایات حضرت امجد علی شاہ
مجمع علوم دین مرجع سادات و مومنین

محکمہ عدالت دیوانی اور فوجداری کے چیف جسٹس جناب سلطان العلماء کے خلف اکبر جناب مولانا سید محمد باقر صاحب مصنف تشیید المبانی تھے اور انہیں بادشاہ کی طرف سے منصف الدولہ شرف الملک کا خطاب حاصل ہوا تھا اور آخر میں محکمہ آبکاری کا تعلق بھی جناب موصوف سے ہوگیا تھا۔ چنانچہ آپ نے انسداد مسکرات کی طرف بھی انتہائی توجہ فرمائی اور ایک روبکار صادر کیا کہ گانجہ، بھنگ، شراب اور اس طرح کے تمام مسکرات کے ٹھیکے توڑ دیئے جائیں۔ یہاں تک کہ تاڑ کے جتنے درخت مملکت محروسہ میں ہیں سب کاٹ ڈالے جائیں مسکرات کا استعمال سخت جرم قرار دیا اور ایک معتمد قابل اطمینان شخص کو اپنی جانب سے تمام مسکرات کا ٹھیکہ دیا کہ جس شخص کے لئے طبیب حاذق دواءاً تجویز کرے اور سند رکھتا ہو اس کو بقدر ضرورت وہ چیز دی جائے۔ اسی زمانہ میں جناب مشیرؔ نے جو لکھنؤ کے مشہور ہجو گو شاعر تھے ظریفانہ طور پر یہ شعر کہا۔

شراب جو نہ پیئے آج کل وہ ناری ہے
جناب قبلہ وکعبہ کی آبکاری ہے

اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوگئی تو حکم ہوا کہ مشیرؔ کی زبان کھینچ لی جائے۔ مشیر مرحوم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو روپوش ہو گئے اور شب کو جناب سلطان العلماء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدموں پر گر کے رونے لگے جناب سلطان العلماء نے تسکین دی اور دوسرے دن بادشاہ کے یہاں خلاف وقت تشریف لے گئے اس بے وقت تشریف آوری سے بادشاہ سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو یہ مشیر کی سفارش کرنے آئے ہیں فوراً کہنے لگے کہ قبلہ وکعبہ سب کچھ فرمایئے گا مگر مشیر کی سفارش نہ کیجئے گا۔ جناب نے فرمایا میں مشیر ہی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جہاں پناہ نے کہا قبلہ وکعبہ مشیر کی خطا ایسی نہیں کہ بخش دینے کے قابل ہو اس کی زبان درازی کی سزا یہی ہے کہ گدی سے زبان کھنچوالی جائے۔ جناب سلطان العلماء نے فرمایا ہاں درست ہے لیکن مذہب کی بڑی توہین ہوگی۔ اس لئے کہ مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ ہمارے اساطین دین کی ہجو نظم کرنے کی سزا پائی۔ آپس میں بغلیں بجاتے پھریں گے یہ کوئی نہ کہے گا کہ منصف الدولہ سے گستاخی کی یہ سزا ہے بادشاہ نے کہا کہ واقعی یہ خیال آپ کا بہت صحیح ہے مجھے اس طرف توجہ بالکل نہیں ہوئی اب ہرگز مشیر سے تعرض نہ کیا جائے گا اور اسی وقت اپنا حکم منسوخ کیا۔

دوسرا محکمہ صدر الصدور تھا جس کے متعلق قضایا کا فیصلہ اور پولیس اور تھانے تھے۔ یہ محکمہ جناب سلطان العلماء کے دوسرے صاحبزادے جناب مولانا سید مرتضیٰ صاحب قبلہ کے متعلق تھا۔ ان کو بادشاہ کی طرف سے "خلاصۃ العلماء" خطاب ملا تھا۔ ذیل

حیات رضوان مآب (منقول از تذکرۃ العلماء) ص ۳۸ر

کا واقعہ ان کے کارنامۂ حیات میں جلی حرفوں میں ثبت رہے گا۔ اور دنیا کو پکار پکار کے کہے گا۔

ایک غافل قوم کی کھوئی ہوئی عظمت ہیں ہم
گوش عبرت سے سنو! افسانۂ عبرت ہیں ہم

واقعہ

علی نقی خان جو بعد کو اودھ کا وزیر اعظم اور آخری تاجدار کا سسرا بھی ہو گیا تھا اس کے جاہ وجلال سے کسی اور مقرب خاقان وزیر کو بھی آنکھ ملانے کی تاب نہ تھی۔ اس نے میر گھسیٹا کی زمین پر قبضہ کر کے ایک مکان بنوالیا۔ میر گھسیٹا بہت ہائے واویلا کرتے پھرے مگر علی نقی خاں کے مقابلہ میں غریب سید کی کون سنتا ہے۔ جب کہیں سے داد نہ ملی تو بیچارے نے گھبرا کے خلاصۃ العلماء کے اجلاس میں استغاثہ دائر کیا۔ ثبوت کافی پانے کے بعد میر گھسیٹا کو ڈگری دی گئی اور نواب علی نقی خان کو حکم دیا گیا کہ اپنا عملہ اٹھالیں علی نقی خان پر اس فیصلہ کا کچھ اثر نہ ہوا تو خلاصۃ العلماء نے پولیس کو حکم دیا کہ آج جا کے نواب علی نقی خان کو مکان سے بے دخل کر دو اور میر گھسیٹا کو قبضہ دلا دو۔ چنانچہ پولیس نے نواب کو بے دخل کر دیا اور میر گھسیٹا کو زمین پر قبضہ دلوایا۔ یہ تھے وہ حضرات جن کے نزدیک امیر وغریب شاہ وگدا سب برابر تھے۔

تیسرا محکمہ(۱) صدرالشریعہ جناب سلطان العلماء کے حقیقی بھتیجے اور داماد جناب مولانا سید محمد ہادی صاحب قبلہ کے متعلق تھا۔ اسی مناسبت سے ان کو عمدۃ العلماء صدر الشریعہ کا خطاب سرکار شاہی سے عطا ہوا تھا موصوف کی ماتحتی میں مفتیان (۲) ذی علم ممالک محروسہ میں مقرر تھے کہ وہ شرعی طور پر جناب رضوان (۳) مآب کے فتاویٰ کے موافق فیصلہ کرلیں اور جو مقدمہ (۴) دقیق ہو اور فیصلہ سے عاجز ہوں اس کو محکمۂ صدر الشریعہ میں ارسال کریں۔

(۱) حیات رضوان مآب، ص ۳۱
(۲) حیات رضوان مآب، ص ۳۱
(۳) حیات رضوان مآب، ص ۳۸ منقول از تذکرۃ العلماء
(۴) حیات رضوان مآب، ص ۴۳ منقول از رسالہ سوانح عمری مصنفہ جناب حکیم محمد کاظم صاحب مرحوم

ان مفتیوں پر احکام جناب ہی کے اجلاس سے صادر ہوتے تھے۔ ان میں پہلا نام (۱) جناب مفتی حافظ سید انور علی صاحب کا تھا جو سلطان پور اور ٹانڈے کے لئے مفتی مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے بعد جناب مولانا مفتی محمد قلی خان صاحب (مفتی میرٹھ) اور جناب مولانا مفتی محمد عباس صاحب (مفتی لکھنؤ) کا نام تھا۔ ان حضرات کے علاوہ مفتی دلدار حسین صاحب بھی معروف شخص تھے۔

(ماخوذ از ماہنامہ حقائق، لکھنؤ، جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ص ۲۵، ۳۶)

علم دینیہ کی ترویج کے لئے بیس مدرسے جناب سلطان العلماء اور سید العلماء کی تحریک سے قائم ہوئے جو انہی کی نگرانی میں تھے، ایک بہت بڑا مدرسہ ''مدرسہ شاہی'' کے نام سے قائم ہوا جس کے مدرس اعلی جناب سید العلماء کے دوسرے صاحبزادے مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ تھے۔ جن کو بادشاہ کی طرف سے ''ممتاز العلماء فخر المدرسین'' خطاب ملا تھا۔ آپ کی ماتحتی میں دیگر مدرسین مثل جناب مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ محمد آبادی اور جناب مولانا مفتی محمد عباس صاحب قبلہ اور جناب مولانا شیخ علی اظہر صاحب قبلہ اور جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ ایسے حضرات معقول تنخواہ پر ملازم تھے۔ اس مدرسہ کے افتتاح کے روز جناب سلطان العلماء اور سید العلماء کی مع ان کے اولاد واصحاب وتلامذہ کے بادشاہ کی طرف سے دعوت کی گئی۔ مصنف تجلیات کا بیان ہے کہ ۲ جمادی الاول ۱۲۵۹ھ جناب سلطان العلماء وسید العلماء مع اولاد واصحاب شہر کے تمام فضلا اور طلباء کو لیکر مہمانی سلطانی میں تشریف فرما ہوئے۔ دیر تک بادشاہ سے باتیں رہیں۔ آخر میں انعام واکرام سلطانی پر فائز ہوئے۔ یہ دعوت نہایت پر تکلف تھی۔'' تجلیات، ص ۷۷

اس مدرسہ کی افتتاح کی تاریخ جناب مفتی میر عباس صاحب نے خوب نظم فرمائی ہے جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) تذکرۂ بے بہا فی تاریخ العلماء وتذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ دوم، ص ۱۳۶

چون باقبال سلیمان جہان شاہِ زمان
که پرش کاسۂ دریوزه گری آمد جم
تتق سلطنتش بسته سمک تابه سماک
بہرۂ مملکتش رفته عرب تابه عجم
شاه امجد علی آن سایۂ الطاف خدا
بانی عدل وکرم قانع بنیاد ستم
کرد تحریک درآن امر حسن شام و سحر
پیش نواب فلک رتبه وزیر اعظم
آن که رونق ده دین است وامین دولت
مه علم، مہر شیم ، زہرہ حشم چرخ ہمم
نیر برج ہدی وارث وہمنام حسین
آن که در علم وعمل گشته وحید عالم
تا پس از چہلم شاه دوسرا سبط نبی
مژدۂ مدرسه بگذاشت بدلہا مرہم
شد نہاں شاخ تمنا ز ہجوم دلہا
چوگل وغنچه میان قطرات شبنم
قوت نامیه بعد از دوسه ماه ز سر نو
برسر شاخ کہن میوه رسانید بہم
پنجشنبه دوم ماه جمادی الاولیٰ
که زعیش وطرب آورده بہا ر خرّم
شد بنا مدرسۂ تازه بامداد حسین
پس ہمیں مصرع تاریخ رقم کرد قلم

اسی مدرسہ کی ایک تاریخ جناب مفتی صاحب نے اور بھی نظم فرمائی ہے جس کا آخری شعر پیش کیا جاتا ہے۔

بیت معمور ہدیٰ مدرسۂ سلطانی
۱۲۵۹ھ بعد تعمیہ سہ عدد
نزہ گاه کملا مدرسه خاقانی
۱۲۵۹ھ بعد تعمیہ چہار عدد

جناب سلطان العلماء کی ترغیب وتحریک سے شاہی خزانہ پر ایک بہت بڑی رقم زکوٰۃ کی معین کی گئی جو ان کے پاس آیا کرتی تھی وہ رقم مساکین اور محتاجین پر تقسیم ہوتی تھی اور اس کے لئے ایک خاص محکمہ معین کیا گیا تھا جس کا انتظام جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ خلف اصغر حضرت سید العلماء طاب ثراہ سے متعلق تھا اور ان کو ''زبدۃ العلماء معین المومنین'' خطاب عطا ہوا تھا اور وہ انتہائی احتیاط سے زکوٰۃ تقسیم فرماتے تھے اور اس خیال سے کہ کوئی شخص تغلب وتصرف نہ کرنے پائے بارہ مسدی ملازم رکھے تھے جن میں سے ہر ایک کے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جو دوسرے رجسٹر کی نقل نہیں بلکہ اصل ہوتا تھا۔ اس لئے ہر زکوٰۃ لینے والے کو بارہ جگہ اپنا نام لکھوانا پڑتا تھا اور پھر وہ تمام رجسٹر مطابق کئے جاتے تھے اس چھان بین کی اصل غرض وغایت یعنی حفاظت اموال زکوٰۃ کے مقصد تک عام لوگوں کے فکر وخیال کی رسائی نہ تھی۔ وہ اس طرزِ عمل کی ظاہری سختی ودشواری سے عاجز تھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں کسی نے کہا تھا۔

سید نقی کا ظلم و جفا وامصیبتا
بارہ مسدی ایک گلا وامصیبتا

یہ حضرات تو وہ تھے جن کے سپرد بادشاہ کی طرف سے کچھ عہدے اور مناصب تھے لیکن ان حضرات کے علاوہ بہت سے ایسے حضرات خاندانی برسر اقتدار تھے جنہوں نے کسی وجہ سے کوئی شاہی عہدہ منظور نہیں کیا۔ ان میں سب سے پہلا نام جناب سلطان العلماء کے چھوٹے بھائی جناب سید حسین صاحب علیین مکان کا ہے آپ کے اوپر بھی شاہی نظر ویسی ہی پڑتی تھی جیسی سلطان العلماء پر چنانچہ مثل سلطان العلماء کے آپ کا بھی کوئی نام نہ لیتا تھا بلکہ چھوٹے قبلہ وکعبہ کہے جاتے تھے۔ حضرت امجد علی شاہ نے آپ کو بھی خطاب دیا تھا اور مہر خطابی کندہ کرا کے بھیجی تھی جس پر یہ عبارت تھی۔

''حاوی علوم دین حامی سادات ومومنین حافظ احکام الٰہ موردعنایات حضرت امجد علی شاہ سید العلماء مجتہد العصر مولوی سید حسین ابن المرحوم سید دلدار علی غفران مآب۔''

آپ کے بعد جناب سید بندہ حسین صاحب تھے جن کو سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ کی بارگاہ سے ''ملک العلماء'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔ آپ کی خطابی مہر پر یہ عبارت تھی۔

''ملک العلماء تاج الاتقیاء افسر المومنین رئیس المسلمین عرش کلاہ مورد تفضلات بیغایات حضرت واجد علی شاہ مجتہد العصر والزمان نائب حبیب ایزد منان مولانا سید بندہ حسین صاحب۔

آپ بھی علم وورع میں اپنے باپ اور چچا کے قدم بہ قدم تھے اور ان حضرات کی زندگی ہی میں آپ کو مرجعیت اور شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ آپ کے زہد وورع کا سکہ بھی اسی طرح دلوں پر بیٹھ چکا تھا یہاں تک کہ آپ کا نام لینا سوء ادب خیال کیا جاتا تھا بڑے قبلہ وکعبہ اور چھوٹے قبلہ وکعبہ سلطان العلماء اور سید العلماء کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ اور مطلق قبلہ وکعبہ سے سلطان العلماء ہی مراد لئے جاتے تھے۔ اس وجہ سے آپ جناب کہے جانے لگے۔ جو رفتہ رفتہ ایسا مقبول ہوا کہ ہر ایک دارائے اجتہاد کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں جناب کہا جانے لگا۔

ان حضرات کے علاوہ اور افراد خاندانی بھی ہیں جو شاہی خطاب سے سرفراز ہوئے۔ مثلاً جناب سید العلماء کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا سید علی حسین صاحب قبلہ کو زین العلماء عضدالدین کا خطاب ملا تھا۔ اور جناب زبدۃ العلماء کے صاحبزادے جناب مولوی ہدایت حسین صاحب قبلہ کو نجم العلماء کا خطاب ملا تھا۔

اسی طرح اور حضرات بھی ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

جناب سلطان العلماء کا ذاتی وقار ارکان سلطنت اور عام افراد کی نگاہوں میں بادشاہ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھا۔ جس کا ثبوت اس واقعہ سے ہوتا ہے۔

واقعہ

ایک مرتبہ (۱) نصیر الدین حیدر بادشاہ ایک بات پر اس درجہ خفا ہو گئے کہ فوج کے افسر اعلیٰ (کپتان فتح علی خاں) کو حکم دیا کہ سلطان العلماء کا مکان توپ سے اڑا دیا جائے افسر مذکور نے دو توپیں لگوائیں ایک سلطان العلماء کے مکان پر دوسری بادشاہ کے محل پر جب یہ دونوں توپیں چڑھ گئیں تو بارگاہ معلیٰ میں پرچہ گذرا فوراً طلب کئے گئے اور سبب پوچھا تو کہا کہ آپ بادشاہ دنیا ہیں اور وہ بادشاہ دین آپ کا حکم میرے لئے واجب التعمیل ہے اس لئے میں نے توپ چڑھوا تو دی لیکن میری حمیت ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ بادشاہ دین کا مکان توپ کا نشانہ بنے اور بادشاہ دنیا کا محل سامنے کھڑا رہے لہٰذا میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ بادشاہ دین ودنیا دونوں کا مکان ایک ہی وقت میں اڑا دوں یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوئے اور خلعت اور انعام دیکر رخصت کیا۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سلطان العلماء کبھی مسائل شرعیہ میں سلطان وقت کے جاہ وجلال سے مرعوب نہ ہوئے اور ہمیشہ اپنے وقار وتمکنت کو قائم رکھا اور اگر ضرورت ہوئی تو بادشاہ کے مقابلہ میں اپنی سطوت مذہبی کا مظاہرہ بھی کر دیا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نصیر الدین حیدر بعض ان لوگوں کے بھڑکانے میں آ گئے جن کو جناب سلطان العلماء کے اقتدار سے ہمیشہ حسد رہتا تھا اور برابر بادشاہ کو جناب کے خلاف اشتعال دیتے رہتے۔ جہاں پناہ کبھی سن لیتے اور کبھی ڈانٹ دیتے۔ لیکن حاسد مختلف طریقوں سے جہاں پناہ کو بھڑکاتے تھے۔ رفتہ رفتہ روز کے کہنے سننے سے یہ اثر ہوا کہ بادشاہ کے دل میں بھی سوئے ظن پیدا ہو گیا اور آخر یہ نوبت پہونچی کہ جناب کی اہانت (۱) کے خیال سے ایک مسئلہ پوچھنے کو بلوایا ایک کرسی پر خود بیٹھے ایک پر قلمدان رکھوا دیا دل میں یہ خیال کیا کہ جب جناب آئیں گے تو تعظیم نہ کروں گا اور چونکہ دوسری پر قلمدان رکھا ہوا ہے لہٰذا ان کو سامنے ہی کھڑا رہنا پڑے گا۔ جب جناب تشریف لائے تو بادشاہ بالا خانے پر تھے یہ بھی وہیں بلوائے گئے جب آخری زینہ پر قدم رکھا تو عصا ٹیک کے ذرا بلند آواز سے یا اللہ کہا اور بادشاہ کے سامنے آ گئے اس آوازہ توحید کا وہ اثر تھا کہ بادشاہ بے اختیار تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے

(۱) حیات رضوان مآب، تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء

(۱) تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء

ہوئے۔ جناب نے قریب پہنچ کر قلمدان اٹھالیا اور بیٹھ گئے اس کے بعد بادشاہ نے ایک مسئلہ پوچھا جناب نے جواب دیا اور فوراً رخصت ہو گئے۔

جناب کے تشریف لے جانے کے بعد بادشاہ بہت نادم ہوئے اور کہا کہ واقعی ان کے عالم دین اور نائب امام ہونے میں کوئی شبہ نہیں میں نے ارادہ کیا تھا کہ تعظیم نہ کروں گا مگر جب وہ سامنے آئے تو معلوم ہوا کہ کسی نے بغلوں میں ہاتھ دیکے کھڑا کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد سے بادشاہ کے دل میں جناب کی عظمت اور روحانیت کا سکہ بیٹھ گیا تھا اور اب کسی میں جرأت نہ تھی کہ مخالفت میں زبان کھول سکے آخر دوسری تدبیر سوچی گئی، اور بادشاہ کی محبوب بیوی کو اس پر آمادہ کرلیا کہ جہاں پناہ کو آپ کی طرف سے برگشتہ کریں انہوں نے ایک روز خلوت میں موقع پا کر کہا کہ آپ جو مجتہد صاحب سے بہت عقیدت رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کے مزاج سے واقف ہو گئے ہیں وہ مسائل آپ کی مرضی کے موافق بتاتے ہیں آپ اسی کو حکم شرع سمجھتے ہیں اگر میری بات کا یقین نہ ہو تو ایک دن تجربہ کے لئے امتحان کیجئے۔

بادشاہ اگر چہ بارہا امتحان کر چکے تھے، مگر دشمن بدگو کو مجوج وساکت کرنے کی غرض سے امتحان لینے پر آمادہ ہو گئے اور مسئلہ ایسا میدان امتحان میں لایا گیا جو ہر شخص جانتا ہے اور اس کے خلاف حکم شرع کسی طرح نافذ نہیں ہوسکتا یہ اس لئے کہ تاویل کی گنجائش نہ رہے، اور بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے چنانچہ چوبدار خاص کے ذریعہ سے پوچھوایا گیا کہ ایک کنیز جو والد ماجد کے متعہ میں تھی اس سے میں متعہ کرنا چاہتا ہوں لہٰذا حکم شرع کیا ہے؟

جناب نے کہلوا بھیجا کہ قطعاً حرام ہے۔

بادشاہ نے مسئلہ کا جواب اپنی بیوی سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ مجتہد صاحب کو ابھی یہ معلوم نہیں کہ آپ کی دلی خواہش ہے اس وجہ سے انہوں نے جواب بھی ٹھیک ٹھیک دے دیا، لہٰذا آپ یوں کہلوائیے کہ جہاں پناہ کا اس پر دل آگیا ہے، اس کے جواب میں جناب نے فرمایا کہ کسی کے دل آجانے کا اثر مسئلہ شرعی پر نہیں پڑتا۔

اس جواب پر بادشاہ کو بھڑکانے کا موقع مل گیا اور کہا گیا کہ آپ نے ان کو اس قدر سر چڑھا دیا ہے کہ اب آپ کا خوف ان کے دل میں باقی نہیں رہا لہٰذا ذرا سخت لہجہ اور عتاب آمیز الفاظ میں مسئلہ پوچھا جائے چنانچہ کہلوایا گیا کہ ذرا سمجھ کے جواب دیجئے۔ چنانچہ جناب نے فرمایا کہ میں کسی بات کا جواب بے سمجھے نہیں دیتا نہ کہ شرعی مسئلہ کا۔ اس جواب کے بعد سوال کے الفاظ اور سخت و درشت کئے جانے پر اصرار کیا گیا اور کہلوایا گیا کہ اب آپ کو سر دربار حاضر ہو کے جواب دینا پڑے گا۔

جب یہ پیغام سنا تو غصہ سے چہرہ سرخ ہو گیا اور فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے سپاہیانہ لباس زیب جسم کیا اور تمام اسلحہ آراستہ کئے اور فینس پر جاتے تھے آج گھوڑے پر سوار ہوئے سرخ عمامہ باندھا آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ خون ٹپک رہا ہے اس شان سے خلاف معمول گھر سے باہر قدم نکلا ہی تھا کہ سارے شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی کہ آج مجتہد صاحب بادشاہ سے لڑنے جا رہے ہیں، دارالامارہ تک پہونچتے پہونچتے ہزاروں کا مجمع ہو گیا مومنین میں ایک خاص جوش اور عظیم ہیجان تھا ،جس کا مظاہرہ وہ صلوات کے نعروں سے کر رہے تھے ان پر جوش نعروں سے زمین آسمان ہل رہے تھے جس نے جہاں سنا وہ سیدھا محل سرائے شاہی کی طرف دوڑا۔ تھوڑی دیر میں محل سرا کے آگے ٹھٹھ لگ گئے، جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سر ہی سر نظر آتے تھے مومنین کے جوش کا یہ عالم تھا کہ کوئی اپنے بس میں نہ تھا۔

ادھر جناب رضوان مآب بادشاہ کے سامنے پہونچ گئے جہاں پناہ اٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کی اور متعجبانہ لہجے میں اس شان سے تشریف لانے اور باہر کے شور وغل کا سبب پوچھا جناب نے فرمایا کہ میں اب مسئلہ کا جواب تلوار سے دینے آیا ہوں یہ سن کر بادشاہ سمجھ گئے اور سارا واقعہ بیان کر کے بہت معذرت کی،

جناب چونکہ مجمع کے انتشار اور جوش سے واقف تھے اس لئے فوراً واپس ہوئے اور مجمع کو مطمئن کیا اس وقت لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہوئے۔

نصیرالدین حیدر کے بعد محمد علی شاہ اور ان کے بعد امجد علی شاہ تو جناب کی عظمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ حضرت (۱) امجد علی شاہ برابر آپ کے شریعت کدہ پر تشریف لاتے تھے اور نہایت تواضع وانکسار سے پیش آتے تھے۔

سلطان عالم حضرت محمد واجد علی شاہ نے بھی ان حضرات کی تعظیم میں کسی طرح کی کمی نہیں کی اور وہی حسن عقیدت تھا جو ان کے اسلاف کا تھا، جس کے گہرے نقش آج تک دلوں کے صفحوں اور تاریخوں کے ورقوں پر ابھرے ہوئے ہیں اور یہ اوصاف شاہان اودھ کے مٹ نہیں سکتے۔

شاہان اودھ چونکہ مذہباً شیعہ تھے لہٰذا ان پر ارشاد وہدایت کا یہ اثر پڑا کہ تاریخ کے صفحات ایسے سلاطین پیش کرنے سے عاجز ہیں، سلطنت مٹ گئی مگر چشمہ فیض آج بھی جاری ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ حقائق، لکھنؤ، رجب المرجب ۱۳۵۴ھ ۶۱-۶۶)

خاندان اجتہاد کی دادودہش کا یہ عالم تھا کہ عراق وایران تک آوازہ شہرت پہونچا ہوا تھا، اور وہاں کے علماء وارباب احتیاج کے خطوط برابر آتے رہتے تھے جن پر توجہ بھی مبذول ہوتی تھی، ان میں کے اکثر خطوط جناب مفتی میر عباس صاحب نے جمع کر کے ظل ممدود کے نام سے کتابی صورت میں شائع کئے ہیں۔

جناب رضوان مآب کی تحریک سے نواب غازی الدین حیدر نے تین کروڑ روپیہ ممتاز محل اور سرفراز محل کے نام سے حکومت انگریزی (ایسٹ انڈیا کمپنی) کے پاس محفوظ کرا دیا جس کا سود دس ہزار تین سو روپیہ ماہوار آج تک عراق میں علماء اور طلباء اور مومنین ومجاورین کربلا ونجف پر تقسیم ہوتا ہے اس کا نام خیریہ اودھ ہے۔

نصیرالدین حیدر نے ایک خیرات خانہ جناب رضوان مآب کی سعی سے قائم کیا جس میں قوم کے یتیم اور بیوہ عورتیں پرورش پائیں یہ خیراتخانہ بھی آج تک قائم ہے۔

جناب سیدالعلماء نے حضرت محمد علی شاہ کو ترغیب وتحریص دلا کے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ نہر حسینی کی درستی کے لئے حاصل کر کے آقا سید ابراہیم صاحب ضوابط کے پاس ایک خط کے ساتھ بھیجا اس خط کے چند فقرات ظل ممدود کے، ص ۸۶ سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

ابو الفتح معین الدین محمد علی شاہ خلد اللہ سلطنۃ مقرونۃ بالعز والجاہ حیث ان رغبۃ الیٰ خدمات المشاھد الکریم سلام اللہ علی اعتابھا وعلی من جل بترابھا لما سمع اخیرا اختلال النھر الحسینی العطف طباعہ الی تتمیمہ وتصفیہ وترمیمہ دفعاً لمضرۃ السّائرین وجلباً لمسرۃ الزائرین فامرسدان خزانۃ العامرۃ واشار با نامله الھامرۃ الی ارسال مائۃ وخمسین الف روبیۃ لکھنویۃ وجعل امرہ وتولیۃ الیك بالتماس اقل البریۃ وما ھی مرسلۃ الیك بوساطۃ الانگلشیۃ۔

بادشاہ معظم نے بسبب اس انتہائی رغبت کے جو انہیں مشاہدہ مشرفہ کی خدمت کے ساتھ ہے جب نہر حسینی کے خلل پذیر ہونے کی خبر سنی تو توجہ مبذول فرمائی اس کی تکمیل وترمیم کی طرف لہٰذا خزانہ سرکاری کو حکم ہوا کہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ بہ سکہ لکھنؤ بھیجا جائے اور میری التماس سے اس کی نگرانی آپ کے متعلق کی اور انگریزی حکومت کی وساطت سے یہ آپ کو بھیجا جاتا ہے۔

اور تیس ہزار روپیہ روضہ حضرت ''ابوالفضل العباس'' علیہ السلام کے نقرئی دروازوں کی تجدید اور ایوان طلا کی تعمیر کے لئے بھیجے۔ روپیہ اور خط پہونچنے کے بعد صاحب ضوابط نے جو خط بھیجا تھا اس کا ایک ٹکڑا یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) حیات رضوان مآب، ص ۳۸، تذکرہ بے بہا

ثم لایخفی علی جنابکم ان المبلغ الذی تعطف بأجماله وتلطف بأرساله وتحمّل بفضله وتبجّل ببره وجوده وطوله الملك الافخم والسّلطان الاحشم الاکرم امیرالامراء العظام ظهیر العلماء الفخام حامی الشریعة الغراء ونصیر الفرقة الحقة المحقة شیعة الائمة النقباً علیهم الأف التحیّة والثناء مدّ الله فی اطناب ظلاله علی مفارق المسلمین وعمر الله بجنود ملکه الشریف مدارس علمائه الاطیبین لاصلاح ماانکسر من روضة مولی الناس ابی الفضل العباس علیه السلام والتحیّة وهو ثلثون الف روبیة قد وصل وبمضّی مدة اشتغل بأصلاح ذالك المحل کما رقم السّلطان الاجل ولعمر الله لنعم مافعل وحبّذ اما اهتدی فدل فانه اسم یبقی فی السنین والاعوام الی قیام القیام لازال فی توفیق الله وعنایته مقضی المنی بحمایته وقد تسلمت قبض وصول المبلغ المرموز فی بغداد المستند الاخیار البا لیوز لعله ارسل ووصل ایضا المبلغ الّذی ارسلتموه من باب التلطف والاحسان لاهل الفقر والایمان سیّما الهندیین القاطنین فی هذه المظان وهو ثلثة الأف وثلاثمائة وثمان وستون روفیةرائجة العراق فجعلته نصفین وراعیت فی ادائه علی الفریقین ماامرت قاصداً منه ابراء ذمة ذلك المویّد الموفق زید مجده وتوفیقه من المستحقین وستصل الی جنابکم مع هذه الذریعة فیوضه کما وصل الیهم فیوضه والذی امر به السلطان الاعظم ادام الله احسانه للمومنة الهندیة المسمّاة سکینه خانم وهو ثمان مائة واثنان واربعون روفیه برائجنا فقد وصل ایضاً واوصلته الیها وسیصل الیکم قبض وصوله۔

(ظل ممدود،ص ۵۶)

مخفی نہ رہے جناب پر کہ وہ رقم جو بنظر مرحمت واحسان روانہ کی بادشاہ امیرالامراء ظہیرالعلماء حامل شریعت غرا نصیر فرقہ حقہ شیعہ مدظلہ نے روضہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی شکست وریخت کی اصلاح کے لئے وہ تیس ہزار روپیہ پر مشتمل تھی وصول ہوئی اور کچھ مدت سے میں حضور بادشاہ کی تحریر کے بموجب اپنی نگرانی میں اس کام کو انجام دلا رہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ممدوح نے یہ بہترین خدمت انجام دی ہے جس سے ان کا نام قیام قیامت تک باقی رہے گا۔ میں نے اس کی رسید بغداد میں بالیوز کے سپرد کردی ہے غالباً انھوں نے بھیجی ہوگی نیز وہ رقم جو آپ نے از راہ لطف واحسان فقراء واہل ایمان کے لئے عموماً ہندوستانیوں کے لئے خصوصاً جو ان اطراف میں مقیم ہیں اور وہ تین ہزار تین سو اڑسٹھ روپیہ بسکۂ رائج الوقت عراق ہیں وہ بھی وصول ہوئے اور میں نے اس کو آپ کی ہدایت کے بموجب ہندستانیوں اور غیر ہندستانیوں کے لحاظ سے دوحصوں پر برابر تقسیم کردیا ہے اور اس کی بھی رسید آپ کو پہونچے گی۔ نیز بادشاہ معظم نے ہندوستانی ایک مومنہ سکینہ خانم کے لئے جو آٹھ سو بیالیس روپیہ ہمارے سکہ سے روانہ کئے ہیں وہ بھی پہونچے اور میں نے ان مومنہ تک اسے پہونچادیا۔

جناب علیین مکان نے اس کا جو جواب لکھا ہے اس میں علاوہ ان رقموں کے رسید کی وصولیابی کے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں نے آپ کا خط بادشاہ کی خدمت میں پہونچادیا اور انہوں نے مخصوص آپ کے لئے ایک ہزار روپیہ کی رقم عطا فرمائی ہے جو بطور ہدیہ آپ کو بھیجی جاتی ہے اور حکیم صاحب میرے ذریعہ سے آپ کو دو ہزار پانچ سو روپیہ بھیج رہے ہیں جنہیں آپ اہل علم پر تقسیم کردیں۔

حضرت محمد علی شاہ نے جب حسین آباد کا امام باڑہ بنوایا تو

جناب رضوان مآب نے مشورہ دیا کہ اس کے مصارف کے لئے کچھ روپیہ ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے پاس محفوظ کردینا چاہئے، چنانچہ بادشاہ نے......ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے پاس جمع کردیا جس کے سود سے آج حسین آباد ٹرسٹ قائم ہے اس ٹرسٹ کے متعلق نہایت آسانی سے اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آج دنیا میں اتنا بڑا اوقف کوئی نہیں جس سے اتنے امورِ خیر انجام پاتے ہوں۔

حضرت سید العلماء نے محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ حاصل کرکے نہر آصفی کی تعمیر کے لئے صاحب جواہر کے پاس بھیجے جس سے نجف اشرف کے لوگوں کو پانی کی آسانی ہو اور پندرہ ہزار روپیہ حضرت مسلم وہانی کے روضہ کی تعمیر اور ''مسجد کوفہ'' کی مرمت کے لئے بھیجا۔

صاحب جواہر رحمہ اللہ نے جب نہر کھدوانا اور حضرت ہانی ومسلم روضہ کی تعمیر اور مسجد کوفہ کی مرمت کا کام شروع کیا تو اپنے رشید شاگرد اور باکمال شاعر حضرت شیخ ابراہیم قفطان آل یحییٰ العاملی کو حکم دیا کہ وہ ایک قصیدہ کہیں جو مدح بادشاہ اور مدح سلطان العلما وسید العلماء اور تاریخ تعمیر وتجدید مسجد کوفہ وغیرہ پر مشتمل ہو، موصوف نے حکم کی تعمیل میں ایک خط کے ساتھ وہ قصیدہ بھیجا، ہم اس کو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ثم لا یخفی علیٰ جنابکم انہ لما شرع جناب شیخنا ومولانا واستادنا المرحوم المبرور الشیخ قدّس سرہ بحفر النہر فی ظہر النجف الاشرف وبناء حضرۃ مولانا مسلم بن عقیل رضوان اللہ علیہما سالنی ان انظم قصیدۃ تحتوی علیٰ مدح السیدین الاجلین المولویین دام علاھما وعلی مدح السّلطان الاعظم ونجلہ الخاقان الفخم طیب اللہ ثراھما وعلی ذکر خواص النہر المذکور وبناء الحضرۃ المذکورۃ لیکون ذلك نورا علی نور وبوقتہا امتثالا لا مر جناب شیخنا المشار الیہ رحمۃ اللہ علیہ قد نظمت قصیدۃ عزاء وختمتہا بتاریخ لتلك المادۃ فی ھاتیك الحضرۃ العلیا واوّل القصیدۃ المزبورۃ ھوھذا۔

واضح ہو کہ جب ہمارے استاد معظم شیخ صاحب جواہر نے نہر نجف اشرف کی پشت پر کھدوانا شروع کی اور جناب مسلم کے روضہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو مجھ سے خواہش کی کہ میں ایک قصیدہ نظم کروں جو دونوں جلیل القدر آقایان اور نیز بادشاہ معظم کی مدح اور نہر کے خواص اور روضہ مذکورہ کی تعمیر کے تذکرہ پر مشتمل ہو لہٰذا میں نے موصوف کے حکم کا امتثال کرتے ہوئے یہ قصیدہ نظم کیا اور اس میں آخر میں مادہ تاریخ درج کیا ہے۔ ابتدا اس قصیدہ کی یہ ہے۔

قصیدہ

ان سلطان سلاطین الوریٰ
فخرار باب المعالی والدول
ذوالنہی امجد علی شاۃ الذی
منح التاج وباالملك استقل
اصید کم من ملك سامی الذری
فی حمی ظل معالیہ استظل
وملیك دین آل المصطفیٰ
عرفی ایامہ والکفر ذل
واغر لاح فی افلاکہ
کوکبا فضل بدامن غیر کل
مولیا نا المولویان ومن
کل فضل حویا من غیر کل
اورداہ منہل العلم الذی
شربا من عذبہ نہلا وعل
فجری جریا الیہ فی العلی
والحیا من فیض کفہ استہل
رمق الدّنیا فلما ان رایٰ

مررج الفضل بکوفان اضمحل
بذل الاموال اللہ وما
راح الا وهوا وفی من بذل

بادشاہ بادشاہان خلق۔ فخر ارباب بلندی ودولت عاقل ودانشمند امجد علی شاہ جنہیں قدرت نے تاج عطا کیا اور وہ مستقل سلطنت کے مالک ہوئے۔ ایسے بلند مرتبہ کہ نہ معلوم کتنے بادشاہ بلند درجہ والے ان کے سایہ اقبال میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ ایسے بادشاہ کہ دین نبوی نے جن کے زمانے میں عزت پائی اور کفر ذلیل ہوا، اور ایسے روشن چہرہ والے کہ جن کے آسمان میں دوستارے علم وعمل کے طالع ہوئے ہمارے مولا وآقا دونوں آقایان کرام جنہوں نے ہر فضیلت کو بغیر کسی محنت ومشقت کے حاصل کیا انہوں نے بادشاہ کو پہونچا دیا علم کے اس گھاٹ پر جس کے شیریں پانی سے وہ خود بار بار سیراب ہو چکے تھے، پس جاری ہوا فیض ان کا بلندی میں اور چشمے ان کے دست کرم کے ابل پڑے انہوں نے دنیا کی طرف نظر ڈالی اور جب دیکھا کہ فضیلت اور شرف کا محل کوفہ میں کمزور ہوگیا ہے۔ تو انہوں نے خدا کی خوشنودی کے لئے اموال صرف کئے اور ہر شخص سے زیادہ سخی ثابت ہوئے۔

ومنها

خط نهرا بين اکنا ف الحمیٰ
فاز بالبشری لدیه من نهل
کوثر فی جنته حل بها
حیدر سید سادات الملل
وسبیل واضح للخیر بل
سلسبیل غلل الصادین بل
ما اهتدیٰ یوماً له حظ امرء
غیر سلطان اذا قال فعل
ای نهر عم نفعاً بالحمیٰ
وحما من حل فیه وارتحل
صان من کوفان انعاظالما
کان مرفا کل خوف ووجل
کم هما م زمام ذالصنع وما
مدباعانحوه حتی نکل
فانثنی عن نیله مرتد یا
حلل العجز وایراد والکسل
هکذا فلیعمل العامل او
فلیقف من دون غایات الامل

انہوں نے بنیاد قائم کی ایک نہر کی نجف کے اطراف میں، جو سیراب کرنے کی ضامن ہے، وہ ایک کوثر ہے اس جنت میں جہاں قیام کئے ہوئے ہیں امیر المومنین سید سادات خلق اور وہ ایک واضح راستہ ہے نفع کا جو پیاسوں کی پیاس کا بجھانے والا ہے۔ یہ ایسی خدمت تھی جو کسی کو نہ سوجھی سوائے اس بادشاہ کے جو اپنی بات پر عمل کرنے والا ہے۔ کیا کہنا اس نہر کا جس کا نفع اس شہر میں عام ہوگیا ہے اور اس نے حفاظت کی یہاں پر حاضر ومسافر کی جان کی۔ اس نے محفوظ رکھ لیا کوفہ کے ایک ایسے محل کو جو بہت خوف اور اندیشہ کا مرکز تھا۔ کتنے بلند مرتبہ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کے بنوانے کا ارادہ کیا اور ہاتھ کے پہلے ہی قدم پیچھے ہٹا لیا اور اپنے مقصد سے باز آگئے پہنے ہوئے عاجزی کا لباس اور سستی کی چادریں۔ بے شک اس طرح کا کام کرنا چاہئے کام کرنے والے کو اور نہیں تو ہوس ہی نہ کرے۔ (اس کے بعد موصوف نے درمیانی اشعار چھوڑ دیئے ہیں اور لکھا ہے کہ آخری حصہ یہ ہے)

ومنها

شاد من ارکان اعلام الهدیٰ
ودعامات المعالی مانزل
وبنی فی الکوفة الغراء ما
طال فخراوعلی الشعریٰ اطل
حضرة القدس التی فی ضمنها
مسلم بل مهجة الاسلام هل

ناصر السّبط ووافيه ومن
كان له حساما لا يغلّ
واستنا رالا فق من ماذتة
قد تسامت وبها الحسن اكتمل
كبر الذاكر فيها واحدا
احدا فردا كبيراً لم يزل
وغدا أيلهج في تاريخها
علناً حيی علیٰ خيرالعمل

انہوں نے مضبوط کیا ہدایت کے ارکان اور رفعت کے ستونوں میں سے اس کو جو نیچے گر گیا تھا، اور بنیاد قائم کی کوفہ میں اس عمارت کی جو فخر میں ستارہائے فلک سے آگے ہے، وہ مقدس بارگاہ جس میں حضرت مسلم دفن ہیں، بلکہ اسلام کا دل، بلکہ سبط پیغمبرؐ کا مددگار، اور وہ کہ جو دین کے لئے نہ کند ہونے والی تلوار تھا اور افق آسمان روشن ہوگیا ایسے مینار سے جو بلند ہوا اور اس سے حسن کامل ہوگیا اس میں مؤذن عظمت کا اظہار کرتا ہے اس واحد احد خدا کی جو فرد ہے اور ہمیشہ سے موجود ہے اور وہ اس کی تاریخ کہتا ہے **حی علیٰ خیر العمل**۔

کیا کہنا ان سلاطین کا جنہوں نے خدمات دینیہ میں اپنی سلطنت و دولت کی بڑی طاقت صرف کی وہ اپنا نام زندہ چھوڑ گئے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

[ماخوذ از ماہنامہ حقائق، لکھنؤ، شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ ص ۷؍۳؍۴۴؍]

❁❁❁

ابوالظفر بہادر شاہ کا تبدیل مذہب

تاریخ کا ایک کھویا ہوا ورق

اور

ذوق جستجو کی ظفریابی

یہ تاریخی انکشافی مقالہ جو خاص حقائق کے لئے تحریر کیا گیا ہے شائع کرتے ہوئے باخبر وسیع المطالعہ حضرات سے تمنا کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں جو کچھ ان کے معلومات ہوں انہیں بھی تحریر فرما کر حقائق کو مرحمت فرما دیں۔ تاکہ تاریخی واقعہ مکمل حیثیت سے محفوظ ہوجائے۔ (مدیر ماہنامہ حقائق لکھنؤ)

زمانہ کا ورق الٹتا ہے تو اپنے تمام نقوش اپنے ساتھ لیتا جاتا ہے کچھ دن تک حافظہ کے دفتر میں ان کی یادداشت قلمبند رہتی ہے پھر اس کی لکیریں بھی مدھم پڑتی جاتی ہیں اور یاد رکھنے والوں کا کارواں گذر جانے کے بعد پھر ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں رہتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہر ماضی اپنے مستقبل میں حال کی طرح پیش نگاہ ہوتا اور زمانہ کی بے ثباتی کا راز ہی نہ کھلتا۔

اس طرح نہ معلوم کتنے تاریخی اوراق ہیں جو اس وقت فنا ہو چکے ہیں اس طرح کہ ان کی حیات ثانیہ محال ہے اور دم عیسیٰ بھی ان میں جان ڈالنے سے عاجز ہے۔

بے شک بعض واقعات ایسے جنکے ساتھ کچھ تحریریں دستاویزیں بھی ہوں بہت دن تک کھوئے ہوئے رہتے ہیں اور پھر جستجو کی کاوش اور پائے طلب کے استقلال کی صورت میں ''جوئندہ یابندہ'' کے مصداق کبھی مل جاتے ہیں اور اس کے بعد ان کو اگر محفوظ کر دیا جائے اور ان کی اشاعت ہوجائے تو زندگی جاوید حاصل کر لیتے ہیں۔ ان واقعات میں سے ایک ابوالظفر بہادر شاہ کا تبدیل مذہب ہے جس کے واقعات اس وقت اسی طرح گمشدہ ہیں جیسے سیمرغ کا وجود۔ لیکن ہماری جستجو نے ان کا اس طرح پتہ لگایا ہے کہ وہ اپنے تمام اسباب ومقدمات اور نتائج و عواقب کے ساتھ یوں پیش نظر ہوجاتا ہے جیسے آج کا روز۔ اس نایاب ذخیرہ کا خزینہ دار جناب زبدۃ العلماء مولانا سید نقی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کا وہ بے مثال مجموعہ تھا جو آپ نے اپنے صاحبزادے جناب نجم العلما وسید ہدایت حسین صاحب قبلہ سے جمع کرایا تھا۔ یہ مجموعہ اس وقت لکھنؤ کے ممتاز طبیب اور باکمال ادیب جناب حکیم سید علی صاحب آشفتہؔ کی ملکیت ہے۔ جس میں سے ہم نے حسب ذیل دستاویزیں اپنے پاس نقل کر لی تھیں اور انہی سے اس واقعہ کے تمام تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔

لکھنؤ میں خاندان اجتہاد کے شباب کا زمانہ جبکہ جناب سلطان العلماء اور سید العلماء علمی دنیا میں برسر اقتدار تھے اوران حضرات کی ہدایت کی روشنی سے عالم کا چپہ چپہ منور ہو رہا تھا دنیا مذہب حق کی طرف کھنچ رہی تھی۔ کملائے روزگار اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے مذہب حق میں داخل ہو رہے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کا شیخ الرئیس حکیم بنّا مرحوم طبیب مع اپنے تین بھائیوں کے جناب رضوان مآب کی ہدایت سے شیعہ ہوا یہی زمانہ تھا کہ جب خاتم شاہان گورگانیہ حضرت ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہزادہ مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر اور مرزا نورالدین بہادر کے ذریعہ سے ایک عریضہ اور ایک علم رضوان مآب کے پاس بھیجا جس میں اپنے تشیع کا اظہار کیا تھا۔ اس خط کو کسی زمانہ میں اخبار امامیہ نے شائع کیا تھا اور صاحب تاریخ العلماء نے بھی جناب رضوان مآب کے حالات میں نقل کیا ہے لیکن ہمارے پاس پورا مواد موجود ہے جو مذکورۂ بالا مجموعہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

بہادر شاہ کا خط سلطان العلما کے نام

افضل الفقہا افقہ الفقہا سید السادات مقتدائے مومنین ومومنات مجتہد العصر والزمان سلطان (العلماء) دام برکاتہ بحمداللہ والمنتہ کہ محبت وولایت اہلبیت بدل اختیار کردم واز کل اعدائے علی ابن ابی طالب علیہ السلام قطعی تبرّا نمودم وتعمیر امام باڑہ شروع گردیدہ است بعدہ تمامش مجالس تعزیت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا زیب و تزئین خواہد پذیر فت السّعی منی والاتمام من اللہ مفصل مدارج دینیہ کہ برآں واضح ام بزبان برخوردار کامگار والاتبار سعادت اطوار مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر کہ درین خصوص راز داراست دریافت خواہد گشت زیادہ برکات۔

اس خط کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے

خدا کے فضل سے میں نے جو دل سے محبت وولایت اہلبیت علیہم السلام اختیار کی اور تمام دشمنان علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے قطعاً برأت وبےزاری کرتا ہوں۔

امام باڑہ بن رہا ہے، بن چکنے کے بعد دھوم سے مجلسیں سیدالشہدؑا کی ہوں گی۔ کوشش میرا کام اور اس کا پورا کرنا خدا کے ہاتھ۔

میرے جو اعتقادات ہیں ان کی تفصیل برخوردار مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر کی زبانی جناب کو معلوم ہوگی جو کہ اس امر خاص میں میرے راز دار ہیں۔

اس خط کے لفافہ پر مہر شاہی ثبت تھی۔

مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر مع اس خط کے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بادشاہ کی خواہش ہے کہ قبلہ وکعبہ اپنے دست مبارک سے اس علم کو درگاہ ''ابوالفضل العبّاسؑ'' میں نصب کریں جو بادشاہ نے مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر کے ہمراہ بھیجا تھا۔

جناب نے خط ملاحظہ فرمانے کے بعد دفتر ''بیت الانشائی سلطانی'' میں ایک روبکار مصاحب الدولہ بہادر کے نام بھیجا جس کی عبارت یہ تھی۔

شقہ کہ از شاہجہاں آباد بنام این گمنام رسیدہ بملاحظہ بندگان دارا دربان۔ گذرانیدہ تہیہ سامان جلوس ہمراہ علم نمایند!

یہ روبکار دفتر ''بیت الانشائی'' سلطانی سے مصاحب الدولہ کے پاس اس طرح بھیجا گیا کہ قاعدہ کے موافق اس کے اوپر ایک چوڑی چٹ لگائی گئی اس کو دفتر کی اصطلاح میں کمر بند پرچہ لکھتے تھے اس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

پیام مجمع علوم دین مرجع سادات ومومنین حافظ احکام اللہ سلطان العلماء مجتہد العصر مولوی سید محمد صاحب یکقطعہ ۵ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ
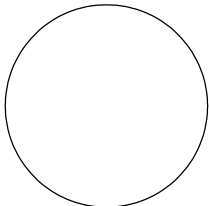
مصاحب الدولہ بہادر نے حسب حکم اہتمام جلوس علم کیا اور جناب قبلہ وکعبہ نے عمائد شہر اور مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر و مرزا نورالدین بہادر کے ہمراہ درگاہ جناب عباسؑ میں علم نصب کیا۔ علم کے ہمراہ ایک نظم پڑھی گئی جو بہادر شاہ کی تصنیف تھی۔ اور اس کے مضامین مصائب شہدأ کربلا اور تبرائے اعدائے دین پر مشتمل تھے۔

اس کے بعد جناب رضوان مآب نے بہادر شاہ کے خط کے جواب میں یہ خط بھیجا۔

عبارت لفافه

بعونہ وعنایتہ وسبحانہ وعظم سلطانہ

بشرف ملاحظہ معلائے بندگان دارا دربان زبدۂ سلاطین تاجدار صاحبقرانی نجبۂ خواقین کامگار گور گانی افتخار فرما فرمایان سلسلہ رفیعہ شاہجہانی مرکز دوائر عظام سلطنت وجہان بانی مہبت فیوض ہدایت ربانی مسرح انوار عنایات سبحانی السلطان ابن السلاطین الخاقان ابن الخواقین لازال علم دولتہ علیّا وبالا قبال والاجلال حرّیا۔ (مشرف باد)

اللھمّ صلی علی محمّد وآل محمّد وانصر من نصر دین محمد وآل محمّد۔ گوہر شاہوارے کہ زرّانتاج کلام وواسطۃ العقدنظام باشد۔ حمدوثنائے مبدعی است کہ جبین جبین وبفحوی السّعید من سعد فی بطن امہ درظلمات اورعام بنقوش حسن انجام نگاشتہ وآبائے اخلاف راہبودّے یخرج ای من المیت باخلاف اشراف تاج شرف برسر گذشتہ ائے زدہ بر تر از حان خیمہ کبریائی را دست بتو کجا رسد عقل شکستہ پالی را دیگر متلاشی درود نامحدود نثار تارک مبارک صاحب مقام محمود مالک رقاب امم۔۔۔ عجم کہ حلقہ بابش چرخ چنبری است وذرہ راہش خسر و خاوری۔

محمد عربی کابروے ہر دوسرا است
کسیے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

وتحیات وبہیّات صلوات زاکیات وتسلیمات نامیات پیشکش بارگاہ امام بحق ووصل مطلق نابدارم مذمل تی وشہسوار عرصہ لافتیٰ شیر شیر افگن غابات الشجاعۃ والجلاوہ۔ جالس چار بالش لوشغیت لی الو۔

امامیکه بعد از وفات پیمبر
خلافت گذارد به ماتم نشیند
زہے نقش پائے که بردوش احمد
ز مہر نبوت مقدم نشیند

امابعد در این زمان سعادت اقتران وآوان برکت تو امان از مطلع بادشاہ جمجاہ کیوان بارگاہ زبدہ سلاطین کامگار گورگانی افتخار فرما فرمایان سلسلۂ رفیعہ شاہجہانی مرکز دوائر عظام سلطنت وجہان بانی مہبط فیوض ہدایت ربّانی مطرح انوار عنایت سبحانی ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی لازال علم دولتہ علیا وبالاجلال والاقبال حرّیا علم آفتاب عالمتاب شقه خاص مکرمت اختصاص شقه کشا گردیدو باد بہاری جنت سرور بر گلشن خواطر نزدیک و دور وزید سبحان اللہ زہے منشور لا مع النور که مداوش بحار انوار یقین را بہترین مظاہر و سوادش عیون رضا وقبول را کحل الجواہر بشارت اختیار ولائے اہل بیت طیبین که بمقتضائے کریمه **قل لااسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ** ۔اجر رسالت است ورکوب سفینه متابعت ائمه معصومین که بموّدا ے حدیث متفق علیه فریقین **مثل اهلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجیٰ ومن تخلف عنها غرق وهویٰ** موصل بساحِل نجات از ہلاکت مفرح قلوب مومنین گردید واشارت برأت از اعادی دین مبین وموذیان روح مقدس حضرت سیدالمرسلین که ایذائے آن حضرت بمفاد حدیث **فاطمة**

بضعة منی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ موجب کفر وایذا ے رب العالمین است ارباب ایقان را جانی تازہ وسرور بے اندازہ بخشید للہ الحمد والمنہ کہ علم فیض شیم بدرگاہ فلک اشتباہ شبہ روضہ رضیہ مقدسہ علمدار میدان شہادت وشیر بیشہ شجاعت وجلالت قوت بازوے خامس آل عبائے اظہار وہمدوش حضرت جعفر طیار سقّائے اہل بیت طاہرین حضرت ابوالفضل العباس ابن امیرالمومنین علیہم السلام اجمعین بدست این بے دست وپا منصوب گردید وآوازہ ہمایون نام نامی وبلند نامی مانند جدامجد سمی سامی بندگان سکندر شان کہ در سیر متاخرین ومتقدمین مسطور ومزبور است بہ شش جہت رسید وتمامی اہل ایمان بمدح وستائش بندگان دارا دربان رطب اللّسان وعذب البیان گردیدند وبمتمنیات روحانی ومتبغیات ایمانی رسیدند یقین است کہ بمیامن انفاس نفیسہ بندگان معدلت نشان بمودا ے آیہ وافی الھدایہ **اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم** کہ در تفاسیر جماہیر اہل سنت وجماعت ہدانا اللہ وایاھم سواء الطریق وسقانا وایاھم رحیق التحقیق تفسیر اولی الامر بملوک وسلاطین بیّن گردید عنقریب شاہزادگان کامگار والاتبار وسائر رعایا و برایائے حدود آن بلاد وامصار ربقہ تقلید آ باء وامہات از رقاب برآور دہ مسلک شاہراہ متابعت اہل بیت اطہار شوند چنانچہ بندگان سکندر شان برونق تفسیر اہل بیت عصمت وتطہیر کہ مراد از اولی الامر حضرات معصومین علیہم السلام اندلوائے ولائے آنحضرت برافراختہ اند۔

الٰہی شموس توفیقات غیبی وتائیدات لاریبی از مطلع عنایت ربّانی ومشرق ہدایت سبحانی تابان باد بمحمد والہ الامجاد صلوات اللہ علیہم الی یوم التناد۔

خلاصہ اس خط کا یہ ہے کہ آسمان شاہی سے مثل آفتاب عالمتاب کے ایک فرمان گرامی طالع ہوا جس نے دلوں کو روشن ومسرور کیا، اس فرمان میں بادشاہ جمجاہ کے زمرۂ موالی اہلبیت اطہار میں شامل ہونے کا مژدہ تھا جن کی محبت اجر رسالت ہے اور جو مصداق حدیث متفق علیہ ''سفینۂ نوح'' کی طرح سوار ہونے والے کو پار لے جانے والے اور منہ موڑنے والے کو ڈبونے والے ہیں، اس فرمان میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ سرکار شاہی نے ان دشمنان دین سے جنہوں نے روح سیدالمرسلین کو ایذا پہونچائی اور جو بمفاد حدیث سیدہ طاہرہ جگر گوشہ محمد مصطفیٰ کو ایذا اور دکھ پہنچا کے خدائے تعالیٰ کو دکھ پہونچانے کے مجرم ہوئے بیزاری وبرأت ظاہر فرمائی، یہ خوش خبری اور باعث ازدیاد مسرت اہل ایمان ہوئی۔ حسب حکم شاہی خدا کے فضل سے اس بے دست وپا نے علم شبیہ روضہ حضرت عبّاس علیہ السلام میں نصب کردیا۔

تمام اہل سنت آیہ ''وافی ہدایۂ'' اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' کی تفسیر میں اولی الامر سے سلاطین زمانہ مراد لیتے ہیں لہٰذا امید ہے کہ شاہزادگان والاشان عنقریب اپنے اولی الامر (بادشاہ) کی فرمانبرداری امر دین میں کریں گے، اور جمیع رعایا وبرایائے شاہی بھی اس امر میں کہ حضور نے اولی الامر کی جو بموجب تفسیر اہلبیت معصومین ہیں متابعت اختیار فرمائی تقلید کریں گے۔

(ماخوذ از ماہنامہ حقائق لکھنؤ، شوال، ۱۳۵۴ھ ص ۳۷ تا ۴۲)

دور کے گذشتہ واقعات کی نسبت اظہار رائے کرنا یا کسی طرز عمل پر نکتہ چینی کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے اس لئے کہ ہنگامی اور وقتی مصالح انہی افراد کے پیش نظر ہوتے ہیں جو اس اقدام کے واقعی ذمہ دار ہیں، بعد والے لوگ نہ پورے طور سے ان حالات کا اندازہ کرسکتے ہیں اور نہ ان مصالح سے مطلع ہوسکتے ہیں مگر جہاں تک ظاہری حیثیت سے صورت حالات بتلاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالظفر بہادر شاہ کے اظہار تشیع اور علم چڑھانے میں ان مقامی مصالح کا لحاظ نہیں کیا گیا جو خود ابوالظفر

کو اپنے دارالسلطنت دہلی کے ماحول اور اپنے گردوپیش میں درپیش تھے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ ذرااعلیٰ حضرت نظام حیدرآباد کی طرف سے تشیع نہیں بلکہ سرکار اہلبیت میں عقیدت کا کھلے الفاظ میں اظہار ہوتا ہے یا حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت کے متعلق جس کے معتقد فرقہ اہل سنت کے اکابر واسلاف میں سے بھی کچھ کم لوگ نہیں ہیں کوئی تصریح ہوتی ہے تو متعصب اور تنگ نظر عوام کو وحشت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اعلیٰ حضرت کی نسبت طرح طرح کی منصوبہ سازیوں میں مصروف ہوجاتے ہیں حالانکہ حیدرآباد وہ سلطنت ہے جہاں برسہا برس تشیع کی کھیتی لہلہائی ہے اور سرسبز و شاداب رہی ہے چہ جائیکہ دہلی جہاں شیعیت کا پھریرا کبھی مستقل طور پر لہرایا ہی نہیں وہاں کے لوگوں کو اس سے جس قدر بھی اجنبیت اور دوری نہ ہوتی کم تھی۔علم آیا تھا تو خاموشی کے ساتھ چڑھا دیا جاتا اور بادشاہ کی منت پوری کردی جاتی تو کچھ نہ ہوتا۔ بادشاہ بھی اطمینان کے ساتھ اپنے اس خلوص وعقیدت اور مذہب کے نئے جذبہ کو دل میں محفوظ رکھتے اور اسے نشوونما پانے کا موقع ملتا اگرچہ یہ جذبہ ایسا ہے کہ پیدا ہونے کے بعد سیلاب کی طرح بڑھتا ہے اور اس کا مخفی رکھنا خود انسان کے لئے دشوار ہوتا ہے مگر پھر بھی واقعات کی رفتار خود بادشاہ کی صوابدید پر مبنی رہتی اور کوئی ناگوار صورت پیش نہ آتی مگر مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر اور مرزا محمد نورالدین بہادر کو صورت حالات کے اندازہ میں دھوکہ ہوا یا خود ان کے جوش مذہبی اور بادشاہ کے اس اظہار کی خوشی نے صورت حال پر غور کرنے کا موقع نہ دیا بہرحال علم چڑھایا گیا اس ساز وسامان اور شان وشوکت کے ساتھ جس نے تمام حلقوں میں تلاطم پیدا کردیا ہندوستان کا سب سے بڑا اسلامی شہنشاہ اس طرح مذہب میں تبدیلی کردے کوئی معمولی بات نہ تھی۔لکھنؤ سے خطوط دہلی گئے اور دہلی میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔مشائخ اور علماء نے دنیا سر پر اٹھائی۔شورش اور بہت بڑی شورش۔ بادشاہ پر تحریری اور تقریری یورش اور انقلاب پیدا کرنے کے مکمل تدابیر آخر بادشاہ کو مجبوری ایک تحریر لکھنا پڑی جس میں گذشتہ واقعہ سے اپنی بے تعلقی کا اظہار اور اپنے سابقہ عقائد پر باقی ہونے کا اقرار کیا گیا تھا۔ امین الدولہ سمن فریزر صاحب بہادر دلیر جنگ ایجنٹ شاہجہاں آباد نے اس خط کو اپنے ایک خصوصی مکتوب کے ساتھ ایجنٹ مقیم لکھنؤ کے پاس بھیجا افسوس ہے کہ بادشاہ کی وہ تحریر جس کا حوالہ دیا گیا ہے پیش نظر نہیں ہے ورنہ اس کے الفاظ پر غور کیا جاتا کہ وہ کہاں تک ان کے مافی الضمیر کی ترجمانی کرتے ہیں اور ان کے لب ولہجہ سے کچھ ان مصالح کا پتہ چلتا ہے جن کے ماتحت وہ تحریر لکھی گئی یا نہیں مگر امین الدولہ کی مذکورۂ بالا تحریر ہمارے سامنے موجود ہے جو درج ذیل ہے۔

یہ خط ۲۶ / دسمبر ۱۸۵۳ء کو لکھا گیا تھا۔

دریں ایام بملاحظہ قطعات سوالات علماء ومشائخ ایں شہر بوضوح پیوستہ کہ از روی اخبار وخطوط لکھنؤ بدریافت ایں مردم رسیدہ کہ بتاریخ ششم ربیع الاول سنہ حال مرزا حیدر شکوہ بہادر ومرزا نورالدین بہادر شیعی مزہب نبیرگان مراز سلیمان شکوہ بہادر۔ در لکھنؤ علمی بکمال تجمل ہمراہ عمائد آں شہر برداشتہ بدرگاہ حضرت عباس بروند وفضیلت پناہ سیادت دستگاہ سید محمد مجتہد شیعہ بدست خود علم مذکور را۔ دردرگاہ موصوف نصب نمودہ ومرزایان موصوف نسبت ابلاغ آں علم بہ بندگان والا کردند ونیز مرزا نورالدین بہادر بہ منبر برآمدہ مرثیہ بزبان اردو کہ متضمن بے ادبی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بودہ در مجمع کثیر بآواز بلند برخواندہ۔ در مطلع آں مرثیہ تخلص حضور پرنور درج کردہ وقطعہ شقہ مہری خاص مشعر ترک کردن مذہب اہلسنت واختیار نمودن مذہب اہل تشیع ووثوق ارادۂ تعمیر امام باڑہ واختیار تعزیہ داری بردوام موسومہ مجتہد مذکور ظاہر ساختہ بندگان والا را باختیار مذہب روافض متہم وبدنام ساختند چوں ایں ہمہ غلط

وبے اصل ومحض افترا وبہتان است زیرا که بعنایت الٰہی در عقیدہ راسخه حضور که آں بطریق اہل سنت و جماعت است ہرگز فتور وفساد راہ نیافته وکدام مرثیه محتوی مضمون سب وطعن نسبت بخلفائے راشدین که اساطین ومقتدائی اهل یقین اند برزبان الہام بیان نرفته وشقه خاص با شعار اختیار امور خلاف شرع بنام مجتہد مذکور ہرگز ریخته کلک گوہر سلک نگردیده اینہمه تصنع و دروغ آرائے مرزایان مذکور است که بحضور پرنور منسوب کرده اند ولیکن بیاد می آید که ایشان ہنگام حضوری خود در اینجا ایں معنی بطریق حکایت و تذکره معروض داشته بودند که موافق مذہب خود علمے طیار ساخته در شکریه صحت حضرت اقدس بدرگاه حضرت عباس خواہم داشت وسوائے ازیں، ہیچ مذکور نه کرده بودند و نیز اکثر شقه جات در مقدمه ذاتی خود ہا مسجّل بمہر خاص کنانیده بودند لیکن بنام فضیلت پناه مذکور (یعنی جناب سلطان العلماء) کدام تحریر که بمہر خاص مزین باشد ہر گز بوقوع نیامده شاید مرزایان مسطور بنا برکدام مصلحت ومنفعت خود این افترا برحضور کرده باشند ومجتہد مذکور بمقتضائے نیک نہادی خود آنرا در پایۂ صدق دانسته شہرت داده باشند دریں صورت ملاحظه ان شقه که نزد آں سیاست دستگاه رسانیده اند ضروری افتاده تامعلوم شود که مضمونش چیست ونگارنده اش کیست وبعد دریافت ایں حال تدارک انسداد رخنه ایں فساد بطرز مناسب بعمل آید که بار دیگر کسے را جرأت ایں افترا پردازیہا نگردد لہٰذا زیب ارقام می یابد که آں امارت وریاست مرتبت بمقتضائے دولت خواہی و خیر اندیشی بجہت رفع ایں اتہام وبدنامی بندگان اقدس خط انگریزی خود بنام اجنٹ بہادر لکھنؤ بمزید تاکید برنگارند که شقه جعلی مہری خاص از مجتہد مذکور بہر نوع که تواند طلبیده زود تر ارسال دارد ہر آئنه ظہور این معنی موجب استرضائے خاطر عاطر خواہد شد۔

مشائخ وعلمائے دہلی کی درخواستوں سے جو اس زمانہ میں آئی ہیں واضح ہوا کہ لکھنؤ کے خطوط اور خصوصی اطلاعات سے ان لوگوں کو معلوم ہوا ہے کہ ۶ ربیع الاول سال رواں کو مرزا حیدر شکوہ بہادر اور مرزا نورالدین بہادر نے جو شیعہ مذہب رکھتے ہیں اور مرزا سلیمان شکوہ بہادر کے پوتے ہیں لکھنؤ میں ایک علم بہت شان وشوکت کے ساتھ وہاں کے عمائد ورؤسا کی معیت میں اٹھایا اور حضرت عباسؑ کی درگاہ لے گئے اور فضیلت پناہ وسیادت دستگاہ سید محمد (صاحب) مجتہد شیعہ نے اپنے ہاتھ سے وہ علم درگاہ مذکور میں قائم کیا اور مرزایان مذکور نے اس علم کے بھیجنے کی نسبت اعلیٰ حضرت بادشاہ معظم کی طرف دی اور مرزا نورالدین بہادر نے منبر پر جا کر ایک مرثیہ اردو زبان میں جو صحابۂ کرام کی شان میں بے ادبی پر مشتمل تھا ایک بڑے مجمع میں بلند آواز سے پڑھا اور اس مرثیہ کے مطلع میں تخلص حضور پرنور کا درج کیا۔ اور ایک خط بادشاہ کی مہر سے مزین اس مضمون کا کہ بادشاہ نے مذہب اہلسنت کو ترک کیا اور مذہب شیعہ کو اختیار کیا اور یہ کہ عنقریب وہ امام باڑہ بنوائیں گے اور تعزیہ داری ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ مجتہد صاحب مذکور کے نام ظاہر کیا اور اس طرح بادشاہ سلامت کو مذہب روافض کے اختیار کرنے کے ساتھ مورد اتہام اور بدنام کیا۔ چونکہ یہ سب غلط بے اصل اور محض افترا اور بہتان ہے اس لئے کہ خدا کی عنایت سے حضور کے مضبوط اعتقاد میں جو اہلسنت وجماعت کے طریقہ پر ہے ہر گز کوئی کمزوری اور خرابی واقع نہیں ہوئی ہے اور کوئی مرثیہ اس مضمون کا جس میں سب وشتم اور طعن حضرات خلفائے راشدین کی نسبت ہو، جو ارکان دین اور مقتدا اہل یقین کے ہیں، ہرگز زبان مبارک پر جاری نہیں ہوا ہے، اور کوئی خط جس میں خلاف شرع باتوں کے اختیار کرنے کا اظہار ہو، مجتہد صاحب مذکور کے

نام ہرگز بادشاہ کے قلم سے لکھا نہیں گیا ہے، یہ تمام بنوٹ اور جھوٹ مرزایان مذکور کا ہے جو حضور پرنور کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اتنا یاد آتا ہے کہ ان دونوں آدمیوں نے جب وہ یہاں حاضر ہوئے تھے تو اس امر کو بطور تذکرہ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کے موافق ایک علم تیار کر کے حضرت کی صحت کے شکریہ میں درگاہِ حضرت عباسؑ میں چڑھائیں گے سوائے اس کے کوئی ذکر نہیں ہوا تھا اور اکثر خطوط انہوں نے اپنے ذاتی مقدمہ کے سلسلہ میں بادشاہ سے حاصل کئے تھے اور مہر خاص سے مزین کرائے تھے لیکن مجتہد صاحب مذکور کے نام کوئی بھی تحریر جو مہر خاص سے مزین ہو ہرگز لکھی نہیں گئی۔ شاید مرزایان مذکور نے کسی اپنی مصلحت اور منفعت کیلئے یہ افترا حضور پر کیا ہے اور یہ بے اصل و باطل تحریر مرتب کر دی ہے اور مجتہد مذکور نے اپنی نیک نہادی کے سبب سے اس کو سچ سمجھ لیا اور مشہور کر دیا۔ اس صورت میں اس فرمان کا دیکھنا جو سید صاحب مذکور (سلطان العلماء) کے پاس پہنچایا گیا ہے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ مضمون اس کا کیا ہے اور اس کا لکھنے والا کون ہے؟ اور دریافت حالت کے بعد اس فساد کا انسداد اور سدباب کیا جائے تاکہ دوبارہ پھر کسی کو جرأت ان افترا پردازیوں کی نہ ہو لہٰذا تحریر کیا جاتا ہے کہ آپ خیر خواہی اور وفاداری کی بناء پر اعلیٰ حضرت سے اس تہمت کو دفع کرنے کے لئے انگریزی خط ایجنٹ بہادر کے نام بہت تاکید کے ساتھ لکھیے تاکہ وہ جعلی تحریر مجتہد صاحب مذکور سے جس طرح بھی ممکن ہو حاصل کر کے جلد ارسال کیجئے۔ یقینا اس امر کا ظاہر ہونا اعلیٰ حضرت بادشاہ کی خوشی اور رضامندی کا باعث ہوگا۔

یہ خط سلطنت دہلی کے نمائندہ مقیم لکھنؤ کے پاس آیا اور انہوں نے اس خط کو اپنے مکتوب کے ساتھ جو درج ذیل ہے حکومت برطانیہ کے ایجنٹ جانسن صاحب کے پاس بھیجا اس خط کی تاریخ ۳ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ حقائق، لکھنؤ، شوال ۱۳۵۴ھ ص ۳۷ تا ۴۲، ذیقعدہ، ۱۳۵۴ھ ص ۶۰ تا ۶۴ء)